آخر زمانے میں حضرت امام مہدی کے ہاتھوں قیامِ خلافت کا وعدۂ الٰہی

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین

الشيخ حسن التهامي فك الله أسره

اردو ترجمہ

زین العابدین

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اسلام کی ابتدا اجنبیت کی حالت میں ہوئی، اور عنقریب یہ دوبارہ اجنبیت کی اس حالت کی جانب لوٹ جائے گا جو شروع میں تھی، پس ایسے اجنبی لوگوں کے لئے خوشخبری ہو۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول! اجنبی لوگ کون ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

یہ وہ لوگ ہوں گے جب عام لوگ بگڑ جائیں گے تو یہ درست رہیں گے۔ [۱]
اور ایک روایت میں ہے کہ : یہ وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کے فساد کی اصلاح کریں گے۔ [۲] اور ایک روایت میں ہے کہ : یہ وہ لوگ ہوں گے جب عام لوگوں میں کمی ہوگی تو یہ زیادہ ہوں گے۔ یعنی جب لوگوں کے یقین میں کمی ہوگی تو ان کے یقین میں اضافہ ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ **هم النزاع من القبائل** [۳] یہ مختلف قبائل کے پردیسی لوگ ہوں گے جیسے بادل کے متفرق ٹکڑے۔

---

(۱) مسند أحمد
(۲) ترمذي
(۳) ابن ماجه

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ غربا ہیں ۔ کہا گیا غربا کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا : وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کو لے کر بھاگتے ہیں ، انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اکٹھا کیا جائے گا ۔ (جو ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب اکٹھا کریں گے وہ حضرت امام مہدی ہوں گے)

پہلے طبقے کی اصلاح

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا : اس امت کے آخری طبقے کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس طریقے سے نہ ہو جس طریقے سے امت کے پہلے طبقے کی ہوئی تھی ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ اس امت کی سب سے پہلی نیکی اور درستگی یقین اور دنیا سے بے رغبتی تھی ۔

کس بات کا یقین ؟

یہ یقین رکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے حضرت امام مہدی کے ہاتھوں خلافت کبریٰ کا قیام اللہ کا برحق وعدہ ہے ، یہ خلافت نبوت کے طرز پر ہوگی ۔ اور اس

بات کا بھی یقین کہ وہ عدل وانصاف سے زمین کو ایسے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وجبر سے بھری ہوئی تھی۔ کیونکہ یہ یقین ہی کا سرمایہ تھا جس کی بنیاد پر امت کی پہلی نسل کو فتح اور خلافت ارضی کی نعمت ملی۔

وَ لَا یَسۡتَخِفَّنَّکَ الَّذِیۡنَ لَا یُوۡقِنُوۡنَ (الروم)

"اور ایسا ہر گز نہ ہونا چاہیۓ کہ جنہیں یقین کی دولت حاصل نہیں ہے اُن کی وجہ سے تم ڈھیلے پڑ جاؤ۔"

اسی طرح آخر زمانے میں ایک مرتبہ پھر اس وعدۂ الٰہی کا ظہور بھی انہی صفات کی بنیاد پر ہوگا، جو قیامِ خلافت کے لئے ضروری ہیں، یعنی صبر واستقامت اور یقین۔ وہ خلافت جو حضرت امام مہدی کی قیادت میں قائم ہوگی۔

دورِ اوّل میں فتح کا خدائی وعدہ

اسلام کا سویرا پھیلتے وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بشارت دی تھی اور ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ نصرت خداوندی تمہارے شامل حال ہوگی۔ سورۃ روم کے شروع میں فرمایا:

وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِنَصۡرِ اللّٰہِ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ

"اور اُس دن ایمان والے اللہ کی دی ہوئی فتح سے خوش ہوں گے۔ وہ جس کو چاہتا ہے فتح دیتا ہے، اور وہی صاحبِ اقتدار بھی ہے بڑا مہربان بھی۔"

روم اور فارس کے تمدن کی چمک دمک اور رونق نے اُس دور میں عرب کی عقلوں پر جادو کر دیا تھا، اُنھیں اللہ کے وعدوں کی صداقت مشکل محسوس ہوتی تھی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کی حقانیت بیان کی۔

وَعْدَ اللهِ لَا یُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

"یہ اللہ کا کیا ہوا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ دنیوی زندگی کے صرف ظاہری رخ کو جانتے ہیں"

دنیا کے ظاہر سے منافقین کا متاثر ہونا

دنیا کا ظاہر یہی ہے کہ کفار کی طاقت مضبوط ہے، وہ ترقی یافتہ ہیں، افرادی قوّت اور وسائل میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ جیسا کہ آج مغرب کا تمدن ہے، کہ وہ طاقتور اور ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں۔ تعداد اور وسائل میں بھی ہم سے زیادہ ہیں اور تہذیب و تمدن میں ہم سے آگے ہیں۔ اس فرق نے امت کی عقلوں پر جادو کر رکھا

ہے، جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں یہ شک پیدا ہوگیا کہ حضرت امام مہدی کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر قیام خلافت کا جو وعدہ فرمایا ہے یہ کیسے پورا ہوگا؟ چنانچہ یہ بھی منافقین کا بول بولنے لگے۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللهُ وَ رَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا (الأحزاب)

"اور یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے یہ کہہ رہے تھے کہ: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے وہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔"

ایسے لوگوں کو اللہ نے خطاب فرمایا:

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ أَثَارُوا الْأَرْضَ وَ عَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا (الروم)

"کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں تاکہ وہ یہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے جو لوگ تھے، اُن کا انجام کیسا ہوا؟ وہ طاقت میں ان سے زیادہ مضبوط تھے، اور انہوں

نے زمین کو بھی جوتا تھا، اور جتنا اِن لوگوں نے اُسے آباد کیا ہے، اُس سے زیادہ اُنھوں نے اُس کو آباد کیا تھا۔"

دو صفات

سورت روم میں اللہ تعالیٰ نے وعدۂ الٰہی کے پورا ہونے کے دو ارکان کا ذکر کیا ہے۔ (۱) : صبر، (۲) : یقین

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کے آخر میں فرمایا :

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ (الروم)

پس صبر کرو یقینا اللہ کا وعدہ (فتح و نصرت کا) سچا ہے۔ اور ایسا ہر گز نہ ہونا چاہیئے کہ جنھیں یقین کی دولت حاصل نہیں ہے اُن کی وجہ سے تم ڈھیلے پڑ جاؤ۔ انہی وعدوں میں سے ایک وعدہ اقامتِ خلافت کا بھی ہے، یہ لوگ اللہ پر بدگمانی کرتے ہیں۔ اللہ کا وعدہ یقینا قیام خلافت کی راہ میں صبر و ثبات اختیار کرنے والوں اور یقین والوں کے لئے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

کسی شخص کو بھی ثابت قدمی ایسا بہترین اور وسیع عطیہ نہیں ملا۔

یقین بہترین عطیہ اور افضل ترین تحفہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بر سرِ منبر یہ فرمایا :

"کسی شخص کو بھی یقین کے بعد عافیت سے بہتر عطیہ نہیں دیا گیا ہے۔"

کیونکہ عافیت اگر جسمانی سہولت و راحت کی بنیاد ہے، تو یقین قلبی روح اور دل کے امراض سے سلامتی کا نام ہے۔ جو شخص دنیا میں یقین کی پونجی حاصل نہ کر لے، ایسے شخص کا خسارہ صرف اس زندگی تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ وہ آخرت تک جائے گا، جہاں کی رسوائی سے دل کی سلامتی کے ذریعے سے نجات مل سکتی ہے، اور مہلک شبہات اور تباہی تک لے جانے والی خواہشات سے عافیت ہی کے ذریعے خلاصی ممکن ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو ہمیشہ کے لئے ایک سبق بنا کر یادگار چھوڑ دیا گیا ہے :

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الصافات)

"اور اُس دن مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جس دن نہ کوئی مال کام آئے گا، نہ اولاد، ہاں جو شخص اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آئے گا۔ (اس کو نجات ملے گی)"

دل کی بیماریوں سے سلامتی وہ صفت ہے جس کے ساتھ مسلسل انبیاء علیہم السلام موصوف ہوتے رہے ۔ سورتِ صفّٰت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی تعریف کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے :

وَإِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَإِبْرَاهِيْمَ إِذْ جَاءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الصافات)

"اور اُنہی کے طریقے پر چلنے والوں میں یقیناابراہیم بھی تھے، جب وہ اپنے پروردگار کے پاس صاف دل لے کر آئے "

اس صفت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہے، اور سلامتیٔ قلب کی اس صفت میں اُن کے مشابہہ رہے، کیونکہ یہ دین کی اساسی صفت ہے ۔ جیسے یقین انبیاء علیہم السلام کی صفت ہے ایسا ہی یہ اولیاء اللہ کی بھی صفت ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَ كَانُوْا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ

"اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو جب انہوں نے صبر کیا، ایسے پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔" (السجدہ ۲۴)

لہذا حضرت امام مہدی اور آپ کے جانثار ساتھی اس وقت تک امامت کے منصب کی توقع نہیں کرسکتے جب تک اُن کے صبر کی ڈھال پر آزمائشوں کے سارے تیر ٹوٹ نہ جائیں، اور اُن کے چٹان جیسے یقین کے سامنے ہر قسم کے شبہات ٹکرا کر پاش پاش نہ ہوجائیں چاہے وہ سمندروں کی لہروں جیسے بڑے شبہات کیوں نہ ہوں۔ اسی بنیاد پر تو وہ قرآنی ہدایت اور رحمت سے استفادے کے حقدار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ هُدًى وَّ رَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ

"یہ قرآن لوگوں کے لئے بصیرت کی باتیں اور رحمت و ہدایت ہے اُس قوم کے لئے جو یقین رکھتی ہے"

رہے وہ جو یقین کی اس نعمت سے محروم ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں خدائی فیصلہ ہے کہ :

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ

"اسی طرح اللہ اُن تمام لوگوں کو گمراہی میں ڈالے رکھتا ہے جو حد سے گزرے ہوئے، شکی ہوتے ہیں"

شک کے شکار لوگ

اگر اس زمانے میں حالات و حوادث کا سلسلہ حضرت امام مہدی کی بیعت تک پہنچے جو حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہوگی، جس کے نتیجے میں خلافت قائم ہوجائے تو ایسے لوگ ضرور نادم ہوں گے جو شک کا شکار ہوکر بیعتِ امام مہدی جیسی سعادت سے پیچھے رہ گئے تھے، سستی دکھائی اور جن سے نصرت مہدی کا فریضہ چھوٹ گیا۔ جیسا کہ اسلام کے شروع میں وہ لوگ نادم ہوئے بغیر نہ رہ سکے جنہوں نے مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑدیا، سستی دکھائی اور شکوک کے شکار ہوئے۔

سورت فتح جس کی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے ابتدا کی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

"(اے پیغمبر!) یقین جانو، ہم نے تمھیں کھلی ہوئی فتح عطا کی ہے"

یہ سلسلہ کلام زیادطویل نہیں چلاکہ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشادہوا :

وَ يُعَذِّبَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ

"اور تاکہ اُن منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کوعذاب دے جواللہ کے ساتھ بدگمانیاں رکھتے ہیں۔"

یہ وہ سورت ہے جس کا عنوان ہی فتح ہے، اس میں اللہ نے اُن منافق مردوں اور عورتوں کی مذمت بیان کی ہے جو اپنے ربّ پر بدگمانی کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کے وعدے پورا ہونے کا یقین نہیں تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ انھیں دھمکی آمیزاندازمیں خطاب فرمایا :

عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ

"بُرائی کا بھیراُنہی پر پڑاہوا ہے"

کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس وقت کے کچھ لوگوں میں خدا پر یہ بدگمانی عام تھی، کہ وہ فتح و نصرت کے قریب ہونے میں شک کا شکار تھے؟ جی ہاں اس وقت بھی یہ مرض عام تھا اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ حضرت امام مہدی کے ہاتھوں قیامِ خلافت سے پہلے ایک بار پھر یہ مرض پھیل جائے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے اس مرض کا علاج ہمیشہ کے لئے فرمایا:

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللهُ فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ

"جو شخص یہ سمجھتا تھا کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اس (پیغمبر) کی مدد نہیں کرے گا تو وہ آسمان تک ایک رسّی تان کر رابطہ کاٹ ڈالے، پھر دیکھے کہ کیا اُس کی یہ تدبیر اُس کی جھنجلاہٹ دور کر سکتی ہے؟"

شک کرنے والوں کو خطاب

جس شخص کو اللہ کے فیصلوں پر بدگمانی کا مرض ہوا ایسے شخص کو اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر ایک رسّی باندھ لے، پھر اپنی سانس روک کر خود کو پھانسی دے دے۔ یا سیڑھی لے کر آسمان تک چڑھ جائے جہاں خدائی

نصرت کے خزانے ہیں اور وہاں سے مومنین کو ملنے والی نصرت کا راستہ کاٹ دے۔ ( )

---

(٤) شیخ نے یہاں آیت کی تفسیر میں ان دو اقوال کی جانب اشارہ کیا ہے جنہیں مفسرین حضرات نے نقل کیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں :

"رسّی تان کر رابطہ کاٹ ڈالنے کے ایک معنی تو عربی محاورے کے مطابق پھانسی دے کر گلا گھونٹنے کے ہوتے ہیں۔ اگر یہاں یہ معنی لئے جائیں جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں، تو اس صورت میں آسمان سے مراد اوپر کی سمت یعنی چھت ہوگی، اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسا شخص جس کا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں ہوگی، اُس کا یہ خیال نہ تو پورا ہوا ہے، نہ ہوگا۔ اس پر اگر اُسے غصہ اور جھنجلاہٹ ہے تو وہ چھت کی طرف ایک رسّی تان کر اپنے آپ کو پھانسی دے اور اپنا گلا گھونٹ لے۔

اور آسمان تک رسّی تان کر رابطہ کاٹ لینے کی ایک دوسری تشریح حضرت جابر بن زید سے منقول ہے، اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں، اُن کا سرچشمہ وہ وحی ہے جو آپ پر آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان کامیابیوں پر غم و غصہ ہے اور وہ کامیابیوں کا راستہ روکنا چاہتا ہے تو اُس کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی رسّی تان کر آسمان تک جائے اور وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ رابطہ کاٹ دے جس کے

چونکہ اس بات پر کسی کو قدرت نہیں ہے کہ وہ نصرت خداوندی کو کاٹ دے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورت حج میں اپنی نصرت پر قسم کھائی ہے۔

وَ لَيَنْصُرَنَّ اللهُ مَنْ يَّنْصُرَهٗ إِنَّ اللهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ

"اور اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اُس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔"

یہی طرز سورت حدید میں بھی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے فتح کا تذکرہ کیا:

لَايَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ أَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا

ذریعے آپ پر وحی آرہی ہے، اور وہ کامیابیاں حاصل ہورہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی کے بس میں نہیں ہے۔ اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ (روح المعانی)" (آسان ترجمہ قرآن)

"تم میں سے جنھوں نے (مکہ کی) فتح سے پہلے خرچ کیا، اور لڑائی لڑی، وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں ہیں۔ وہ درجے میں اُن لوگوں بڑھے ہوئے ہیں جنھوں نے (فتحِ مکہ کے) بعد خرچ کیا، اور لڑائی لڑی۔"

اس آیت کے بعد سلسلۂ کلام زیادہ طویل نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت بیان کی اور شک وریب اور قلتِ یقین پر انہیں ڈانٹا۔

يُنَادُوْنَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ غَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَاءَ أَمْرُ اللهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللهِ الْغَرُوْرُ

"وہ مومنوں کو پکاریں گے کہ: کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ مومن کہیں گے کہ: ہاں! تھے تو سہی، لیکن تم نے خود اپنے آپ کو فتنے میں ڈال لیا، اور انتظار میں رہے، شک میں پڑے رہے، اور جھوٹی آرزوؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا، اور وہ بڑا دھوکے باز (یعنی شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ ہی دیتا رہا"

نفاق کی حقیقت

نفاق کی حقیقت کیا ہے؟ خوب سمجھ لیں، گزشتہ بیان کا صحیح فہم ہی آپ کو نفاق کی حقیقت کی طرف آسانی کے ساتھ رہنمائی کرے گا کیونکہ عربی کا مقولہ ہے کہ فبضدها تتميز الأشياء چیزیں اپنی ضد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں۔

نفاق در حقیقت باطل کے مقابلے میں حق پر ڈٹے رہنے سے کمزوری دکھانے کا نام ہے۔ منافقین کا اللہ ربّ العالمین کے ساتھ بدگمانی ہی اُن کی امتیازی صفت ہے۔ اس کی دلیل میں آپ اللہ پاک کے اس ارشاد میں غور فرمائیں :

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُّجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ وَاللهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ. إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ

"جو لوگ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اپنے مال و جان سے جہاد نہ کرنے کے لئے تم سے اجازت نہیں مانگتے، اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ تم سے اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، اور وہ اپنے شک کی وجہ سے ڈانوا ڈول ہیں۔"

تردد کے شکار لوگ

فتح و نصرت کے الٰہی وعدے پر کمزور کی ایمان کی وجہ سے یہ شک میں مبتلا ہو گئے، اور یہی وہ چیز ہے کہ وہ نبی ﷺ کی نصرت میں کبھی آگے کی جانب قدم اٹھاتے ہیں اور کبھی پیچھے کی جانب۔ اس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ نبی ﷺ سے کم درجے کی شخصیت یعنی حضرت امام مہدی کے دور میں موجود منافقین کس طرح تردد کا شکار ہوں گے۔ تذبذب اسی تردد کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر فرمایا ہے:

مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ وَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ

"یہ کفر و ایمان کے درمیان ڈانواڈول ہیں۔ نہ پورے طور پر ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں، نہ اُن (کافروں) کی طرف۔

تذبذب ہو یا تردد یہ ہے کہ آدمی اس انتظار میں رہے کہ فتح مسلمانوں کو ملتی ہے یا کافروں کے حصے میں آتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلۂ کلام میں پیچھے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللهِ قَالُوْا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَ إِنْ كَانَ لِلْكَافِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

"(اے مسلمانو!) یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے (انجام کے) انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ چنانچہ اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح ملے تو (تم سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو تو (ان سے) کہتے ہیں کہ: کیا ہم نے تم پر قابو نہیں پالیا تھا؟ اور کیا (اس کے باوجود) ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟"

اسی تردد کی وضاحت حدیث میں کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"منافق کی مثال اُس حیرت زدہ بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان کشمکش و پیچ میں مبتلا پھرتی ہو، کبھی اِس ریوڑ میں جاملتی ہے اور کبھی اُس ریوڑ میں، اسے پتہ نہیں ہوتا کہ کس میں شامل ہوجائے۔"

اسی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پیش قدمی اور قربانیوں کا تذکرہ کیا تو اُن سے شک کی صفت کی نفی کی، کیونکہ یہ فتح کے خدائی وعدے کی تکمیل کے لئے قربانی سے روکنے والی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ

"ایمان لانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے اللہ اور اُس کے رسول کو دل سے مانا ہے، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنھوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے، وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔"

سورت حجرات کی اس آیت میں مومنوں اور منافقین کے درمیان کتنا واضح تقابل ہے کہ مومنین کے مالی و جانی جہاد کا ذکر کیا اور شک کی نفی فرمائی، اور سورت توبہ میں منافقین کے شک و تردد اور عدم ایمان کا ذکر کیا:

إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ

"تم سے اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، اور وہ اپنے شک کی وجہ سے ڈانواڈول ہیں"

مومنین کا ایمان خدائی وعدوں پر ہر قسم کے شک سے یکسر خالی ہوتا ہے ، اور اسی لئے وہ ان وعدوں کی تکمیل کے لئے جہاد میں لگے رہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَ جَاهَدُوا

"پھر وہ شک میں نہیں پڑے اور جہاد کیا"

اور منافقین کا شک و تردد انہیں ایمان سے روکے رکھتا ہے اور وہ کبھی ایک قدم آگے بڑھتے ہیں اور کبھی پیچھے ہٹتے ہیں۔

وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ

"ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ڈانواڈول ہیں"

شک میں پڑے رہنے کے لئے قرآن نے لفظ "فِي" استعمال فرمایا جو یہ بتلاتا ہے کہ منافقین اپنے نفاق میں ڈوبے ہوئے ہیں اور شک و ریب میں غرق ہیں ، یعنی نفاق میں اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایمان اور خدا کے متعلق بدگمانی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ أَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا. وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (الفتح ۱۲، ۱۳)

”حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول (ﷺ) اور دوسرے مسلمان کبھی اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر نہیں آئیں گے، اور یہی بات تمہارے دلوں کو اچھی معلوم ہوتی تھی، اور تم نے برے برے گمان کیئے تھے اور تم ایسے لوگ بن گئے تھے جنہیں برباد ہونا تھا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو (وہ یاد رکھے کہ) ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے“

سچے لوگ

جب کچھ اَعراب (دیہات کے رہنے والے کچھ لوگوں) نے ایمان کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی کی اور یہ واضح فرمایا کہ مومنین ہی اس کے سزاوار ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے شک کی بیماری کی نفی فرمائیں، چنانچہ فرمایا:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَإِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

"یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ: ہم ایمان لے آئے ہیں۔ ان سے کہو کہ: تم ایمان تو نہیں لائے، البتہ یہ کہو کہ ہم نے ہتھیار ڈال دئے ہیں۔ اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم واقعی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال (کے ثواب) میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ بہت ہی بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ ایمان لانے والے تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانا ہے، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنہوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں"

سچے وہی کہلائے گئے جن سے شک کی بیماری کی نفی کی گئی، اب مومن وہی شخص ہوسکتا ہے جس کے دل میں یقین جم چکا ہو کہ حضرت امام مہدی کی قیادت میں اللہ تعالیٰ ضرور خلافت قائم فرمائے گا۔

منافقین کی اللہ ربّ العالمین پر بدگمانی اور شدید گھبراہٹ کی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ :

وَ طَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ (آل عمران ۱۵۴)

"اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ اللہ کے بارے میں ناحق ایسے گمان کررہے تھے جو جہالت کے خیالات تھے"

ان کی دلچسپیوں اور فکر کا مرکز خود ان کی جانیں تھیں، اسی وجہ سے ایسے موقعوں پر ان کا خوف شدید اور پچھتاوا سنگین ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے جھوٹے اعذار کا جواب سمجھایا ہے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ أَلَا فِيْ الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَ إِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ. إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَ إِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا (التوبة ٤٩)

"اور انہی میں وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ :مجھے اجازت دے دیجئے، اور مجھے فتنے میں نہ ڈالئے۔ ارے فتنے ہی میں تو یہ خود پڑے ہوئے ہیں اور یقین رکھو کہ جہنم

سارے کافروں کو گھیرے میں لینے والی ہے۔ اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں دکھ ہوتا ہے، اور اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو کہتے ہیں کہ: ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا۔

جی ہاں یہی ان کا مقصود ہوتا ہے کہ ہم نے احتیاط کر لی، اور اپنا بچاؤ کر لیا۔ مسلمانوں کی شکست اور اپنے محفوظ رہنے پر خوشی سے جھوم رہے ہوتے ہیں، کہ مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے کے باوجود بھی ہمیں کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اللہ پاک نے اس کا جواب سکھلایا:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَنَا اللهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَ عَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (التوبة ٥١)

"کہہ دو کہ: اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے، ہمیں اس کے سوا کوئی اور تکلیف ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ وہ ہمارا رکھوالا ہے، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے"

حضرت امام مہدی کے انصار

اس امت کے دور اوّل میں جس طرح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کے خلاف کفریہ طاقتیں اور جماعتیں اکٹھی ہوگئیں تھیں، اسی طرح آخر زمانے میں حضرت امام مہدی اور آپ کے انصار کے خلاف بھی عالم کفر اور اس کی طاقتیں اکٹھی ہوں گی۔

پس حضرت امام مہدی کی قیادت میں نبوی منہج پر قائم ہونے والی خلافت کے مددگارو!

ثابت قدم رہنا، اور جمے رہنا۔ اور یقین رکھنا کہ تمہارے مخالفین تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور تمہیں بے یارو مددگار چھوڑ دینے والے بھی تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، اور نہ ہی وہ لوگ جو تمہیں جھٹلاتے ہیں، جب تک کہ اللہ کا امر نہ آئے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"میری امت میں مسلسل ایک گروہ حق کی خاطر قتال کرتا رہے گا، یہ لوگ اپنے مخالفین پر غالب رہیں گے، اُن مخالفین کی مخالفت، مدد و مصرت سے ہاتھ کھینچنا اور تکذیب انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، یہاں تک کہ ان کا آخری حصہ دجال سے لڑے۔

دین کی خاطر اجنبی سمجھے جانے والو! تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اکٹھے ہونے والے ہو اور تمہارے امام حضرت امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔

پس تب تک الوداع!